علمی احتلاف باعثِ رحمت ہے

مولانا نورالبشر محمد نورالحق
استاذ حدیث جامعہ فاروقیہ کراچی

علمی دنیا میں علماء کے درمیان اختلاف کوئی نئی بات نہیں، اللہ تعالیٰ نے جس کو جس قدر مدارکِ اجتہاد عطا فرمائے ہیں، اس کے مطابق ہر شخص اپنے علوم کو ظاہر کرتا ہے، قرآن کریم اور احادیث کی نصوص سے استنباط کرتا ہے اور اس طرح ان پر روزانہ علوم کے دروازے وا ہوتے ہیں۔

صحابۂ کرام میں سے جن کو اللہ تعالیٰ نے فقاہت کی دولت عطا فرمائی، ان میں آپس میں علمی اختلاف اہل علم کے لئے کوئی نئی چیز نہیں، اسی طرح علماءِ تابعین اور پھر ائمۂ مجتہدین کے درمیان جو اختلافات ہوئے اور انہوں نے اپنے مدارکِ اجتہاد کے مطابق قرآن وسنت کی جو تشریح کی، من حیث المجموع امت کے درمیان یہی معمول بہ ہیں اور ان اختلافات کی بنیاد پر ان میں سے کسی کو مطعون نہیں کیا گیا۔ یوں بھی جس کو اللہ تعالیٰ نے علم سے نوازا ہو، اس کے اندر تقویٰ کی صفت موجود ہو، خشیت خداوندی اس کے عمل سے ظاہر ہو، ایسے شخص کو کسی اجتہادی مسئلہ پر مطعون کرنے کے کیا معنی ہوسکتے ہیں؟ جبکہ اس کے لئے غلطی کی صورت میں بھی ایک اجر کم از کم ہے۔

اختلافاتِ علمیہ کی بنیاد پر ایک دوسرے کے خلاف سخت زبان استعمال کرنے والے بھی یقیناً پائے جاتے ہیں، لیکن ہماری علمی تاریخ اور سیر وتراجم کی کتب گواہ ہیں کہ ایسے سخت زبان استعمال کرنے والوں کو نہ صرف یہ کہ کبھی پذیرائی حاصل نہیں ہوسکی بلکہ ایسے لوگوں کو نظرِ استحسان سے نہیں دیکھا گیا۔ علماء وائمہ کے درمیان اختلافات کے باوجود آپس کے قلبی میلان اور اس بنیاد پر ایک دوسرے کا ادب اوساطِ علمیہ میں معروف ہے۔

امام لیث بن سعد اور امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ ہم عصر ہیں، لیث بن سعد مصر کے معروف فقیہ، مجتہد اور امام ہیں،

امام مالک مدینہ منورہ کے امام ومقتدا ہیں، دونوں کے درمیان انتہائی مخلصانہ تعلق قائم تھا، تاہم امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کوان کے بعض اجتہادی مسائل سے اختلاف ہوا، انہوں نے امام لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کونصح وخیر خواہی کے ساتھ خط لکھا اوراس میں اپنے موقف کا اظہار کیا، اس سلسلہ میں امام لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے جو جواب لکھا وہ علمی تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے، انہوں نے جواب میں اپنے ناقد امام مالکؒ کی جن وقیع الفاظ میں تعریف کی، ان کی علمیت کوسراہا، اپنی تواضع کا اظہار کیا، یہ اہل علم کے پڑھنے، سمجھنے اوراپنے آپ کوان آداب سے متصف کرنے کی چیز ہے، یہاں اس رسالہ کونقل کرنا تو ممکن نہیں تاہم اس کی تمہید کونقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ امام لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''میں سب سے پہلے اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ امابعد، اللہ تعالیٰ ہمیں اورآپ کو عافیت عطا فرمائے، دنیا وآخرت میں حسنِ عاقبت سے نوازے۔ آپ کا والا نامہ پہنچا، جس سے آپ کے بہتر حالات معلوم ہوئے، دلی مسرت ہوئی، اللہ تعالیٰ آپ کے لئے اس کیفیت کو برقرار رکھے۔ آپ کواس پر شکر کی توفیق دے اوراس طرح آپ پر نعمتوں کی تکمیل فرمائے''۔

اس کے بعد لکھتے ہیں:

''آپ تک یہ بات پہنچی ہے کہ میں لوگوں کوایسے فتوے دے رہا ہوں جوآپ کی طرف کے اہل علم کے خلاف ہیں، اور یہ کہ مجھے اپنے ان فتووں پرڈرنا چاہئے جو میں نے اپنی طرف کے اہل علم کے مطابق دیئے ہیں، اور یہ کہ لوگ اہل مدینہ کے تابع ہیں، کیونکہ ہجرت مدینہ منورہ کی طرف ہوئی اور یہاں قرآن کریم نازل ہوا۔ آپ نے جو کچھ لکھا بالکل درست لکھا۔ اورعین آپ کی مرضی کے مطابق مجھے آپ کی باتیں دل کولگیں، آپ مجھ سے زیادہ شاذ فتوی سے کراہیت برتنے والا، گذشتہ علماءِ اہل مدینہ کوفضیلت دینے والا اوران کے متفقہ فتاویٰ کا لینے والا کسی اورکونہیں پائیں گے، والحمدللہ''۔

اس کے بعد امام لیث بن سعدؒ نے ''حجیت عمل اہل مدینہ'' کے موضوع پر اختلافات کی تفصیل ذکر کی، اس ذیل میں بتایا کہ ''مدرسۂ نبوت'' کے فاضلین مشرق ومغرب میں جہاد کے لئے پھیل گئے انہوں نے جو کچھ کتاب وسنت کی تعلیم حاصل کی اس کو پھیلا دیا، پھر حضرت تابعین آئے اوران میں بہت سی چیزوں میں اختلاف پیدا ہوا''۔

اس سلسلہ میں انہوں نے امام ربیعۃ الرأی کا تذکرہ کیا، ان کیا اختلافات کا ذکر کیا، لیکن آخر میں فرمایا:

اس کے باوجود ربیعۃ الرأی میں اللہ تعالیٰ نے خیر کثیر رکھی، انہیں عقل اصیل عطا فرمائی، انہیں بلیغ زبان ملی، واضح فضیلت حاصل ہوئی، اور اسلام میں ایک اچھا طریقہ ملا۔ وہ اپنے بھائیوں کے لئے عموماً اور ہمارے حق میں خصوصاً مودّت صادقہ کے حامل تھے۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحمتیں نازل فرمائے اور ان کے اعمال کا بہترین بدلہ فرمائے۔"

اس کے بعد اسی طرز تخاطب اور نصح وخیر خواہی اور مکمل تواضع کے ساتھ اپنے اور امام مالکؒ کے اختلافات کو واضح کیا۔

اکابر علماءِ دیوبند...... کثر اللہ امثالہم ...... کو اللہ تعالیٰ نے جس فکری توازن سے موصوف فرمایا ہے وہ الحمدللہ! سلفِ صالح ہی کا پرتو ہے، علماء، دیوبند کے اکابرین میں حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس اللہ روحہ، اور شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس اللہ سرہ کے درمیان سیاسی اختلاف سب کو معلوم ہے، تاہم حضرت مدنیؒ کو حضرت تھانویؒ سے کس قدر عقیدت ومحبت کا تعلق تھا اور حضرت تھانویؒ حضرت مدنیؒ کو کس قدر رفیع مقام پر فائز سمجھتے تھے، ان حضرات کی سوانح وواقعات سے ظاہر ہے، ان میں سے کسی نے بھی کسی بھی موقع پر اپنے مدمقابل کے ساتھ کوئی ایسا ادنیٰ رویہ بھی روا نہیں رکھا جس سے دوسرے کی توہین کا پہلو ظاہر ہوتا ہو، اس کے اخلاص وتقویٰ پر حرف آتا ہو۔

دور نہ جائیے! ہمارے اکابر علماء مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے معاصر علماء کے ساتھ مل کر فقہی مسائل پر بحث ونظر کے لئے "مجلس تحقیق مسائل حاضرہ" تشکیل دی، اس مجلس میں حضرات علماء نے بیٹھ کر بہت سے مسائل کے بارے میں غور وخوض کر کے متفقہ موقف اختیار کیا، جبکہ بعض اوقات ان مسائل میں کوئی متفقہ صورت نہیں نکل سکی، بلکہ آخر تک اختلاف برقرار رہا "صبح صادق کے طلوع" کا مسئلہ ان ہی مسائل میں سے ہے کہ حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کو باقی حضرات سے آخر دم تک اختلاف رہا، وہ اسی اختلاف کے مطابق فتویٰ دیتے رہے، لیکن الحمدللہ! نہ تو اکابر کے دل میں حضرت مفتی صاحبؒ کے بارے میں کوئی بال آیا اور نہ ہی حضرت مفتی صاحب نے اپنے معاصر اکابر علماء کی عظمت ومحبت میں کوئی کمی آنے دی۔

پھر حضرات علماء دیوبند کا یہ بھی طرۂ امتیاز رہا ہے کہ حق کے واضح ہوجانے کے بعد اسے قبول کرنے اور اپنے

سابق موقف سے رجوع کرنے میں کبھی بھی، ذرا بھی کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی۔ الحمد للہ! آج بھی علماء دیوبند کے منتسبین کا یہی طرز عمل ہے۔

ہمارے علماء نے جہاں قدامت کو اصل قرار دیا ہے وہاں وہ ''عصر جدید'' کے مفید علوم کے کبھی منکر نہیں رہے، تاہم ''عصر جدید'' کی رنگینیاں جو دین وایمان اور اخلاق وآداب سے انحلال کا راستہ دکھاتی ہوں ان کو کبھی قبول نہیں کیا۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ عصر حاضر کے کیسے نباض تھے؟ تاہم ان سے بڑھ کر عصر حاضر کے مادہ پرستانہ رجحان کا ناقد کون ہوگا؟

ضرورت اس امر کی ہے کہ اختلافی مسائل میں وہی طریقہ اختیار کیا جائے جو اکابر کا رہا ہے، اختلاف کو آپس میں ''عناد'' اور ''نزاع'' کی بنیاد بنایا نہ جائے، نصح وخیر خواہی کو مقدم رکھا جائے، ایک دوسرے کا احترام ملحوظ رہے اور حق کے واضح ہو جانے کے بعد اسے قبول کرنے میں تامل نہ ہو۔

اس کے ساتھ ساتھ انتہائی ضروری ہے کہ علماءِ دیوبند کی صفوں میں انتشار پھیلانے والوں کو اچھی طرح پہچانا جائے، دوست بن کر جو لوگ ہمارے ناقابل تسخیر قلعہ میں نقب لگانا چاہتے ہیں ان سے ہوشیار رہا جائے ﴿وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾ (سورة الانفال آیت ٤٦)

☆☆☆

نیکی کی نیت

شام کا ایک تاجر اپنے ساز وسامان کے ساتھ جب مدائن پہنچا تو اس وقت حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک عام آدمی کی طرح سڑکوں پر گشت فرما رہے تھے تاجر نے مزدور جان کر ان سے کہا: ''یہ گٹھڑی اٹھالو''۔

حضرت سلمان فارسی نے فوراً وہ بوجھ اٹھالیا، مدائن کے باشندوں نے جب انہیں گٹھڑی اٹھائے دیکھا تو کہنے لگے ''ارے یہ تو امیر المؤمنین ہیں''۔

ان کی بات سن کر تاجر سخت حیران ہوا اور شرمندہ بھی، وہ لگا حضرت سلمان فارسی سے معافی مانگنے لیکن حضرت سلمان فارسی نے اس کی ایک نہ سنی، فرمانے لگے:

''میں نے نیکی کی نیت کر لی ہے اب جب تک وہ پوری نہ ہو، یہ سامان میں نہیں اتاروں گا'' چنانچہ آپ نے وہ سامان تاجر تک پہنچا کر ہی دم لیا۔